www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

گے کہ انسان بڑا جلد باز واقع ہوا ہے!" (معارف القرآن ج ۲ ص ۳۷۷)

اسی صفحہ پر "فٹ نوٹ" میں پرویز صاحب کی یہ عبارت بھی موجود ہے:

"چین کے مشہور مذہب "TAOISM" (جس کا تفصیلی تعارف، دیگر مذاہب عالم کے سلسلے میں۔ جلد سوم، باب ظہر الفساد میں کیا جائے گا) کا ایک بہت بڑا مبلغ اور رشی "KAWA G" (جس کی پیدائش چوتھی صدی ق۔م کی ہے) اپنی کتاب میں سمجھاتا ہے کہ عمر بڑھانے کا طریقہ کیا ہے؟ اس کے بعد وہ لکھتا ہے کہ: "میں بارہ سو سال سے اسی طریق کے مطابق زندگی بسر کر رہا ہوں اور اس پر بھی میرا جسم رو بہ انحطاط نہیں ہے۔"

(SACRED BOOK OF THE EAST (TAOISM)
TRANSLATED BY JAMES LEGGE: P. 25)

(معارف القرآن ج ۲ ص ۳۷۷)

اس کے باوجود مسٹر پرویز نے عمر نوح کے بارے میں اسی بات پر شدید اصرار کیا ہے، جس کی وہ کل تک تردید کرتے رہے ہیں۔

مزاجِ پرویز کا بنیادی نقص:

اس بحث کو ختم کرنے سے قبل ہم مزاجِ پرویز کی اس اساسی خرابی کی نشاندہی ضروری سمجھتے ہیں، جس کا ظہور و صدور اکثر و بیشتر مقامات پر بالعموم اور اس مقام پر بالخصوص ہوا ہے پرویز صاحب کے لیے مناسب رویہ یہ تھا کہ وہ "اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا" سے مراد "۹۵۰ سال" ہی لیتے (جیسا کہ وہ ماضی میں اس سے یہی مراد لیتے رہے ہیں) پھر جو کوئی اس طویل العمری پر شک و شبہ کا شکار ہوتا، اسے ہدایت فرماتے کہ وہ علمی انکشافات کا انتظار کرے۔ تاآنکہ قرآن (وحی) کا یہ مفہوم ثابت ہو جائے۔ اسی رویہ کی خود پرویز صاحب نے قصہ صاحبِ موسیٰ کے ضمن میں ہدایت فرمائی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"عقلِ انسانی اپنی محدود معلومات کی بنا پر وحی کے کسی حکم کے خلاف اعتراض کرتی ہے لیکن جب ... معلومات ... ہوجاتا ہے تو یہ حقیقت

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

سامنے آتی ہے کہ جو کچھ وحی نے کہا تھا وہ صحیح تھا۔ لہٰذا عقل کے لیے صحیح روش یہی ہے کہ وہ وحی کی بات تسلیم کرے اور اپنی معلومات میں اضافہ کرنے کی کوشش کرتی رہے۔ جب اسے صحیح معلومات حاصل ہو جائیں گی تو وہ خود بخود وحی کی تصدیق کر دے گی!"

(مفہوم القرآن ص ۶۷۹)

لیکن اپنی ہی اس بیان کردہ روش کے برعکس مسٹر پرویز کا اپنا طرزِ عمل یہ ہوا کہ وہ وحی کی بیان کردہ عمرِ نوح ؑ کو عقلاً مستبعد سمجھنے لگے۔ قیاسات کی بناء پر ان کی رکیک تاویلات کرنے لگے اور قرآنی الفاظ میں عمرِ نوح ؑ کے متعلق ایک نیا تصور داخل کرتے ہوئے یہ فرمانے لگے کہ:

"ان قیاسی مفاہیم کو قبول کر لو یہاں تک کہ علمی تحقیقات، عمرِ نوح ؑ کے کسی قطعی مفہوم کو سامنے لے آئیں۔"

اب ظاہر ہے کہ یہ طرزِ عمل صرف وہی شخص اختیار کر سکتا ہے جو قرآنی بیانات پر یقین کرنے کی بجائے خارج از قرآن نظریات کے سامنے سر جھکا چکا ہو اور پھر اس کوشش میں جُت گیا ہو کہ قرآن کو چھیل چھال کر اپنے دل و دماغ میں رچے بسے پیشگی خیالات کے مطابق ڈھال دیا جائے۔ ورنہ قرآنِ مجید پر ایمان رکھنے والا کوئی شخص یہ طرزِ عمل کبھی اختیار نہیں کر سکتا!

خلافت و جمہوریت

از قلم مولانا عبدالرحمٰن کیلانی

دوسرا ایڈیشن شائع ہو گیا ہے!

ضخامت : ۲۸۸ صفحات

مجلد مع ڈائیدار ــــــــ قیمت ۳۸ روپے

ناشر: ادارہ محدث ۹۹ جے ماڈل ٹاؤن لاہور ۱۴

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

تحقیق و تنقید

مولانا عبد الرحمٰن کیلانی

قسط ۴ (آخری)

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر منکرین معجزات کے اعتراضات کا جائزہ

چوتھا اعتراض "نمازوں کی فرضیت اور تعداد والی روایت موضوع ہے":

پرویز صاحب کے نزدیک معراج والی حدیث کسی یہودی کی وضع کردہ ہے۔ اور وہ اپنا یہ اعتراض درج ذیل الفاظ میں پیش فرمایا کرتے ہیں:

"آپ سوچئے کہ یہودی سازش نے اپنے نبی (حضرت موسیٰؑ) کا کیا مقام اور مسلمانوں کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کیا پوزیشن ظاہر کی ہے؟ رسول اللہ پچاس نمازوں کا حکم لے کر باطمینان تشریف لے آتے ہیں، لیکن جب حضرت موسیٰؑ یہ سنتے ہیں تو آپ سے کہتے ہیں کہ آپ کی اُمت اتنی نمازوں کی پابند نہیں ہو سکے گی، جائیے اور ان میں کمی کرائیے۔ آپ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس میں کمی کر دیتے ہیں۔ آپ پھر مطمئن ہو کر آجاتے ہیں، اور حضرت موسیٰ آپ کو پھر سمجھاتے ہیں۔ غرضیکہ کتنی ہی بار ایسا ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ ان نمازوں کی تعداد پانچ رہ جاتی ہے۔ آپ سوچئے کہ اس سے حضور اقدس و اعظم کا کس قسم کا تصور سامنے آتا ہے اور پھر اس خدا کا کس قسم کا تصور، جو اتنی نمازیں فرض کر دیتا ہے جن کی پابندی ناممکن تھی اور پھر بار بار اس میں کمی کر دیتا ہے؟" (ایضاً ص ۵)

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اس حدیث پر بدیں الفاظ تبصرہ کرنا پرویز صاحب کا نہایت پسندیدہ مشغلہ تھا۔ سوال کوئی کچھ کرے، آپ سائل کی توجہ اصل سوال سے ہٹا کر اپنے اس تبصرہ کی طرف مبذول کرا دیا کرتے تھے۔ چنانچہ کسی سائل نے آپ سے سوال یہ کیا تھا کہ "قرآن میں نماز کا حکم تو سینکڑوں بار آیا ہے، لیکن نہ تعداد مذکور ہے نہ اوقات نہ ترتیب۔ اب اگر حدیث کو نہ مانیں تو قرآن پر عمل کیسے کریں؟" ——— اس کا جواب پرویز صاحب نے یوں دیا کہ:

"یہ تو ہم پھر کسی وقت بتلائیں گے کہ نماز کے متعلق قرآن میں کیا کچھ ہے، سرِ دست اس وحی خفی کی حقیقت سنیئے، جس کی بنا پر پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔"

پھر یہی دکھڑا سنانا شروع کر دیا (قرآنی فیصلے ص۱۵ تا ص۱۸) لیکن سائل کے اصل سوال کا جواب زندگی بھر کبھی نہیں دیا۔

دوسری قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ تمام انبیاءؑ سے افضل ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ آپؐ ہر ہر پہلو میں تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے بعض باتوں میں بعض انبیاءؑ کو دوسرے انبیاءؑ پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۭ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۔ الآیۃ!" (البقرۃ: ۲۵۳)

"یہ رسول ہیں، ان میں سے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی۔ ان میں سے کوئی ایسا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور بعض کے درجات بلند کیے اور عیسیٰ ابن مریمؑ کو کھلی نشانیاں عطا کیں اور روح القدس کے ساتھ ان کی مدد فرمائی!"

گویا اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ گفتگو کے معاملہ میں حضرت موسیٰؑ کی فضیلت ثابت ہوئی اور مُردوں کے زندہ کرنے، کوڑھی اور اندھے کو اچھا کرنے وغیرہ امور میں حضرت عیسیٰؑ کی۔ اس سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کم نہیں ہوتی۔ کیونکہ آپؐ فی الجملہ تمام انبیاءؑ سے افضل ہیں۔ اب اگر کسی معاملہ میں ذاتی تجربہ کی بناء پر حضرت موسیٰؑ، حضورِ اکرمؐ کو ایک ایسی بات بتلائیں جس کا آپؐ کو تجربہ نہیں تھا، تو ہم نہیں سمجھتے کہ اس سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کی شان کم کیسے ہو گئی ؟

اور تیسری قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مبارک کو خود پرویز صاحب نے جس طرح گھٹانے کی کوشش کی ہے، وہ یہودی بے چارے تو اس کا عشرِ عشیر بھی نہ کر سکا۔ بھلا جو شخص اطاعتِ رسولؐ کا جُوا یہ کہہ کر اتار پھینکے اور دوسروں کو بھی یہی ترغیب دے کہ :

"رسولؐ اللہ اور صحابہ کرامؓ اپنے معاملات کا حل خود سوچتے تھے۔ آپ بھی اپنے مسائل کا حل قرآن کی روشنی میں خود سوچا کریں۔" (اسبابِ زوالِ امت ص ۲۱)

اور جو شخص یہ کہے کہ: "رسولؐ اللہ کی اطاعت اس دور کے لیے تھی ۔ اب زمانہ کے تقاضے بدل چکے ہیں۔ لہٰذا ان میں ترمیم ضروری ہے!"۔ اور جو شخص یہ کہے کہ "اللہ اور رسولؐ کی اطاعت سے مراد "مرکزِ ملت" کی اطاعت ہے!"۔ اور پھر "مرکزِ ملت" کی گدی پر خود براجمان ہو بیٹھے اور شریعت سازی کے جملہ اختیارات خود سنبھال لے، بھلا اس سے زیادہ بھی کوئی شخص مقامِ رسالت کی توہین کرنے والا ہو سکتا ہے۔ اس "واضع حدیث" یہودی کو تو پرویز صاحب نے مفت میں بدنام کر دیا!

اور چوتھی قابلِ ذکر بات، یا پرویز صاحب کے اصل اعتراض کا ٹھیک جواب، یہ ہے کہ اگر مالک اپنے ملازم یا بندے کی ڈیوٹی پہلے ... لگائے، بعد میں کمی کر دے، تو اس سے جہاں مالک کی مہربانی کا احساس پیدا ہوتا ہے، وہاں بندہ اس کم تر ڈیوٹی کو پوری مستعدی سے ادا کرنے پر تیار ہو جاتا ہے ۔ نمازوں کی تعداد ابتداء میں پچاس اور آخر میں پانچ مقرر کرنے میں بھی یہی حکمت کارفرما تھی۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بھی علم تھا کہ آخر نمازیں پانچ ہی فرض کرنا ہیں۔ جیسا کہ حدیث کے الفاظ میں اس کی وضاحت موجود ہے! ۔۔۔ بالکل اسی طرح کے ایک واقعہ کی مثال قرآنِ کریم سے ملاحظہ فرمائیے، سورۃ انفال میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی جراتِ ایمانی کے متعلق فرمایا کہ :

"إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِنْ يَكُنْ

۱؎ ان تمام تر تفصیلات کے لیے دیکھئے میری تصنیف "آئینۂ پرویزیت" کا دوسرا حصہ: "طلوعِ اسلام کے مخصوص نظریات"

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

مِّنكُم مِّائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ۝
الْآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا ۚ فَإِن يَكُن مِّنكُم
مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِن يَكُن مِّنكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا
أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝

(الانفال : ۶۵، ۶۶)

”اگر تم میں بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو وہ دو سو کافروں پر غالب رہیں گے اور اگر سو ہوں گے تو ہزار پر غالب رہیں گے، اس لیے کہ کافر لوگ ایسے ہیں کہ کچھ بھی سمجھ نہیں رکھتے۔ اب خدا نے تم پر سے بوجھ ہلکا کر دیا اور معلوم کر لیا کہ تم میں کسی قدر کمزوری ہے۔ پس اگر تم میں ایک سو ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب رہیں گے اور اگر ایک ہزار ہوں گے تو خدا کے حکم سے دو ہزار پر غالب رہیں گے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

اب دیکھئے، پہلی آیت میں ہے کہ ایک مسلمان کو دس کافروں پر غالب آنا چاہیئے، ساتھ ہی اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اللہ کو معلوم ہے، تم میں کسی قدر کمزوری ہے، لہٰذا اب ایک مسلمان کو دو کافروں پر غالب آنا چاہیئے۔ کیا ”پرویز اینڈ کو“ یہ تبلانے کی زحمت گوارا فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ کو اس بات کا علم پہلے نہ تھا؟ اور اس آیت سے اللہ کے متعلق کیا تصور قائم ہوتا ہے؟

پانچواں اعتراض: ”خدا کہاں ہے؟“

پرویز صاحب فرماتے ہیں کہ ”واقعہ معراج والی حدیث اس لیے بھی وضعی ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا کسی خاص مقام پر مقیم ہونا لازم آتا ہے۔ ورنہ اس کے حضور، بندے کی پیشی کے لیے کیا ضرورت تھی کہ اسے سفر کرا کے ایک مقامِ خاص تک لے جایا جاتا؟“

(ایضاً صـ ۵۲)

اسی اعتراض کو پرویز صاحب نے ”معارف القرآن“ میں یوں پیش فرمایا ہے کہ:

”اگر آج سائنس کی کوئی ایجاد اس بات کا امکان بھی پیدا کر دے کہ کوئی شخص

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

روشنی کی رفتار سے مریخ یا چاند کے کُرّوں تک پہنچ جائے ("سماء" کا ایک پرویزی معنیٰ "سماوی کرّے" بھی ہے۔ جیسا کہ تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ مؤلف) پھر چند ثانیوں میں وہ واپس بھی آجائے، تو پھر بھی میں حضور اکرمؐ کے معراجِ جسمانی کو قبول نہیں کروں گا۔ اس لیے کہ میرے دعویٰ کی بنیاد ہی دوسری ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جسمانی معراج سے یہ تصور لازم آتا ہے کہ خدا کسی خاص مقام پر موجود ہے اور میرے نزدیک خدا کے متعلق یہ تصور قرآن کی بنیادی تعلیم کے خلاف ہے۔" (معارف القرآن ج ۲ ص ۲۴۱)

اب دیکھئے پرویز صاحب کے نزدیک "وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ" (الحدید: ۴) تو قرآن کی بنیادی تعلیم ہے لیکن "ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ" (الاعراف: ۵۴) والی قرآن کی تعلیم غیر بنیادی ہے۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ اپنی اس مقرر کردہ "بنیادی تعلیم" پر خود بھی قائم نہیں رہتے۔ چنانچہ نظامِ ربوبیت میں درج ذیل آیت کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں کہ:

"يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ" (السجدۃ: ۵)

"اللہ اپنے امر (اسکیم) کی ابتدا، آسمان سے زمین کی طرف کرتا ہے پھر وہ اسکیم تدریجی مراحل طے کرتی ہوئی اس کی طرف بلند ہو جاتی ہے۔ ایک دن (منزل)، میں جس کی مقدار تمہاری گنتی کے اعتبار سے ہزار سال ہوتی ہے۔"

(نظامِ ربوبیت ص ۶)

اب سوال یہ ہے کہ اگر اللہ اوپر نہیں تو یہ امر (اسکیم) اس کی طرف بلند کیوں ہوتی ہے؟ اور اوپر کیا لینے جاتی ہے؟

پھر ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"اس حقیقت کو سورۂ فاطر میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے "إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ" ہر خوشگوار نقشہ یا نظریہ، قانونِ ربوبیت کے مطابق اس کی طرف بلند ہوتا چلا جاتا ہے "وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ" — اور اس کی یہ بلندی پرواز عمل صالح کے سہارے پر ہوتی ہے۔" (ایضاً ص ۶)

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

یہاں بھی وہی سوال ہے کہ یہ امر بالحکیم یا خوشگوار نقشے یا عملِ صالح آخر اوپر کو کیوں بلند ہوتے ہیں، یا پرویز صاحب انہیں اوپر کو کیوں روانہ کرتے ہیں؟ اگر خدا کسی خاص مقام پر نہیں اور ہر جگہ اور ہر شے میں موجود ہے تو پھر یہ بلند ہونے کا عمل آخر کیا معنی رکھتا ہے؟

ہو سکتا ہے ان آیات کا ترجمہ یا مفہوم پیش کرتے وقت پرویز صاحب قرآن کی "بنیادی تعلیم" بھول گئے ہوں۔ اب ہم ایک ایسا اقتباس پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علیٰ وجہ البصیرت بھی "قرآن کی اس بنیادی تعلیم" کا لحاظ نہیں فرماتے۔ وہ نفسِ انسانی کے ارتقاء کی منزل کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"زندگی کی راہ سیدھی بھی ہے اور بلندیوں کی طرف جانے والی بھی۔ یعنی ایسا خط جو کسی نچلے نقطے سے اوپر کے نقطے کی طرف جائے" لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ "(۸۴/۱۹) تاکہ تم طبقاً طبقاً اوپر چڑھتے چلے جاؤ۔ اس نے واضح الفاظ میں بتا دیا کہ صراطِ مستقیم تمہارے نشو و نما دینے والے (رب) کی راہ (قانون) ہے جو ذِی المعارج (۷۰/۳) ہے۔ یعنی سیڑھی والا خدا سیڑھی سیدھی بھی ہوتی ہے اور اوپر کی طرف لے جانے کا ذریعہ بھی۔"

(قرآنی فیصلے ص ۲۴۳)

اب دیکھئے آپ نے مندرجہ بالا تینوں اقتباسات میں "قرآن کی بنیادی تعلیم" کے برعکس قرآن کی غیر بنیادی تعلیم بیان فرما کر خود ہی اپنی بیان کردہ "بنیادی تعلیم" کی تردید فرما دی۔ پھر جب پرویز صاحب کا اپنا یہ حال ہے تو دوسرے لوگ قرآن کی اس بنیادی اور غیر بنیادی تعلیم کا فرق کیسے ملحوظ رکھ سکتے ہیں، جو قرآن کو ان سے سمجھتے ہیں؟

بہر حال مندرجہ بالا اقتباس میں پرویز صاحب نے تسلیم کر لیا کہ اللہ "ذی المعارج" ہے۔ پھر اگر وہ اپنے ایک بندے کو معراج کے ذریعہ اپنے ہاں بلا کر اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھلا دے تو اس میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟

چھٹا اعتراض، متعلقہ جزا و سزا:

"نبی اکرم ﷺ کو دوزخ اور جنت کا مشاہدہ اور بعض لوگوں کو عذاب ہونے کا معائنہ کیسے کرایا گیا، جبکہ ابھی بندوں کے مقدمات کا فیصلہ بھی نہیں ہوا ہے؟

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

یہ کیا بات ہوئی کہ جزا و سزا کا فیصلہ تو ہوتا ہے قیامت کے بعد اور کچھ لوگوں کو سزا دے ڈالی گئی ابھی سے؟" (ایضاً صـ۵۴)

مرنے کے بعد جزا و سزا کا سلسلہ تو قبر میں سوال و جواب کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔ انسان کی زندگی ہی میں "کراماً کاتبین" متعلقہ انسان کے تمام نیک و بد اعمال لکھتے رہتے ہیں۔ اس نامۂ اعمال کی بنیاد پر اور اس سوال و جواب کی بنیاد پر، جو قبر میں ہوتا ہے، میت کو عذاب و ثواب شروع ہو جاتا ہے۔ اور یہ عذاب و ثواب قیامت کے دن کی جزا و سزا کے مقابلہ میں کم تر درجہ کا ہوتا ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ہر شخص کی جو پیشی ہوگی تو وہ اتمامِ حجت کے لیے ہوگی۔ چنانچہ نامۂ اعمال کی موجودگی میں کسی کو مجالِ انکار نہ ہوگی، اور جو شخص ڈھٹائی سے انکار کرے گا تو اس پر اعضاء و جوارح کی شہادت قائم کی جائے گی۔ اس طرح کی شہادتوں کے بعد مجرم کو جو سزا ملے گی، برزخ کے عذاب سے وہ بدرجہا سخت ہوگی۔ جس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ زندگی کا دَور ہوگا جس میں روح کو مادی جسم بھی عطا کیا جائے گا۔ مزید تفصیلات کے لیے دیکھئے میری تصنیف "روح، عذابِ قبر اور سماعِ موتیٰ" نیز "آئینہ پرویزیت" کے تیسرے حصہ "قرآنی مسائل" میں مضمون "عذابِ قبر"۔

ساتواں اعتراض، واقعہ معراج کا قرآن میں ذکر:

"جانبِ افلاک سفر کی تائید میں سورۃ النجم کا حوالہ دیا جاتا ہے لیکن اس سورہ میں بھی معراج کا کوئی ذکر نہیں۔ اس میں نبوت کے مقاماتِ بلند اور مدارجِ ارفع و اعلیٰ کا ذکر ہے جسے پرویز صاحب نے (سلیم کے نام خطوط ج ۲) میں نہایت حسین و جمیل انداز میں واضح کیا ہے۔" (ایضاً صـ۵۵)

پرویز صاحب عموماً "حسین و جمیل انداز" پر اس وقت توجہ دیتے ہیں جب سائل کی توجہ کسی دوسری طرف لگا دینا مقصود ہو۔ یا پھر کسی دور از کار اور بے ہودہ قسم کی تاویل پر پردہ ڈالنے کے لیے وہ "حسین و جمیل انداز" کا سہارا لیتے ہیں۔ لیکن ہمیں ایسے حسین و جمیل انداز کی ضرورت نہیں۔ ہم تو صرف یہ دیکھتے ہیں کہ قرآنِ کریم کے الفاظ سے واضح طور پر کیا مفہوم متبادر ہوتا ہے۔ ایسا مفہوم جو ایک عام قاری کے ذہن میں آسانی سے آ سکتا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

"وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۙ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۙ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ؕ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۙ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۙ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ؕ" (النجم: ۱۳ تا ۱۸)

"اور ایک مرتبہ پھر اس (حضور اکرمؐ) نے اس (جبریلؑ) کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا جہاں پاس ہی جنت الماوٰی ہے۔ اس وقت سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ نگاہ نہ چوندھیائی نہ اِدھر اُدھر گئی۔ اور اس (حضور اکرمؐ) نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔"

اب دیکھئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جبریلِ امینؑ کو، جنت الماوٰی کے پاس جو سدرۃ المنتہیٰ کا درخت ہے، دیکھنا، جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاماتِ بلند اور مدارجِ ارفع واعلیٰ کی دلیل ہے، وہاں اس بات کا بین ثبوت بھی ہے کہ آپؐ کم از کم وہاں تک ضرور پہنچے تھے۔ اور یہی واقعۂ معراج ہے! "دیوانہ بکارِ خویش ہشیار" کے مصداق پرویز صاحب اصل واقعہ کو تو تسلیم کرنے سے گریز فرماتے ہیں۔ اور جو اس سے ضمنی نتیجہ نکلتا ہے، سارا زور اسی پر صرف کئے جارہے ہیں۔ اسی لیے آپ کو "حسین و جمیل انداز" اختیار کرنے کی ضرورت بھی پیش آئی تھی۔

آٹھواں اعتراض، معراج کب ہوا؟

طلوعِ اسلام نے اپنے مضمون "معراجِ نبوی" مطبوعہ جون ۱۹۸۲ء کے آخر میں معراج کے زمانہ کی تعیین کے متعلق اختلافِ ماہ وسال کا ذکر فتح الباری وعینی شرح بخاری کے حوالہ سے کیا ہے۔ اور یہ تاثر دیا ہے کہ "واقعہ اسراء پر قریش کے سوال وجواب کی وجہ سے اس واقعہ نے اپنوں اور بیگانوں میں خاصی شہرت حاصل کرلی تھی۔ ظاہر ہے کہ جس واقعہ نے اس قدر شہرت اور اہمیت حاصل کرلی ہو، اس کی روئداد کی جزئیات میں تو کچھ اختلاف ہو سکتا ہے لیکن اس باب میں کسی اختلاف کی گنجائش ہو ہی نہیں سکتی کہ وہ واقعہ کب ہوا تھا۔ لیکن دیکھئے اس باب میں روایات کیا کہتی ہیں؟" ــــــ اس کے بعد طلوعِ اسلام نے دس مختلف اقوال درج کئے ہیں جن میں بالترتیب یہ مذکور ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے ۶ ماہ یا ۸ ماہ یا ۱۱ ماہ یا ایک سال یا چودہ ماہ یا پندرہ ماہ یا سترہ ماہ یا اٹھارہ ماہ یا تین

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

سال یا آٹھ سال پہلے ہوا تھا" (ایضاً ص ۵۶)

اختلافِ ماہ وسنین کی وجوہات :

۱۔ اہلِ عرب میں اکثر ایسے تھے جو کسی کی عمر یا زمانہ کا حساب لگاتے وقت دہائیوں کے اوپر کے سال چھوڑ دیتے تھے۔ چنانچہ بعض صحابہؓ، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ساٹھ سال بتلاتے تھے۔ پچاس سال مکی زندگی کے اور دس سال مدنی زندگی کے۔

۲۔ ہجری سن کی تدوین دورِ فاروقی میں ۱۷ھ میں ہوئی۔ اس سے پہلے کے دور میں نہ ہجرت کے زمانہ کی صحیح تعیین کی جا سکتی تھی نہ اسراء یا معراج کے واقعات کے اوقات کی۔ اندریں صورتِ حال راویوں کے بیانات میں اختلافات واقع ہونا ایک فطری امر تھا۔

۳۔ صحابہ کرامؓ کی زندگی عملی زندگی تھی۔ لہٰذا وہ ایسی جزئیات کی طرف کم ہی توجہ دیتے تھے، جن کا کسی عقیدہ یا کسی حکم کے تسلیم کرنے سے تعلق نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ کتبِ احادیث میں، بلکہ کسی حدیث میں بھی اسراء یا واقعۂ معراج کے زمانہ کی تعیین کا ذکر تک نہیں ملتا۔ گویا جو بات طلوعِ اسلام نے نہایت اہم سمجھ کر پیش کی ہے، وہ صحابہ کرامؓ کی نظروں میں انتہائی غیر اہم تھی۔

اور یہی بات ہم طلوعِ اسلام سے پوچھتے ہیں، کہ فرض کیجئے، ایک شخص یہ کہتا ہے کہ واقعۂ معراج ہجرت سے ایک سال پہلے ہوا تھا۔ دوسرا کہتا ہے، نہیں وہ صرف ۲ ماہ پہلے ہوتا تھا۔ اور تیسرا کہتا ہے، نہیں نہیں وہ تو تین سال پہلے ہوا تھا۔ بتلائیے کہ اس اختلاف سے اصل واقعہ کی نوعیت، کسی شرعی عقیدہ یا کسی شرعی حکم کی تعمیل میں کوئی فرق پڑ سکتا ہے؟ یہ تو ایسی ہی بحث ہے، جیسے اصحابِ کہف کی تعداد سے متعلق قرآنِ کریم میں ذکر ہے۔ اور قرآنِ کریم نے مختلف لوگوں کی اس بحث کو ذکر کرتے ہوئے یہ فیصلہ نہیں دیا کہ ان کی صحیح تعداد کیا تھی؟ تاہم اس سے اصحابِ کہف کے واقعہ پر کوئی زد نہیں پڑتی!

طلوعِ اسلام کے ہر دو مضامین کا جواب دینے کے بعد اب ہم مستفسر صاحب کی خواہش کے مطابق حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج جسمانی کے دلائل پیش کریں گے،

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ